بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرجری اسلام کے قرونِ اولیٰ میں

مولانا محمد عبداللہ طارق دہلوی، رفیق ندوۃ المصنفین دہلی

(۱)

یہ مقالہ کویت میں گزشتہ دنوں بین الاقوامی اسلامی طبی کانفرنس کے لیے عربی میں لکھا گیا تھا۔ یہ جس موضوع پر لکھا گیا ہے نیا ہے اور اس میں بڑی تحقیق اور کاوش سے بعض ایسی معلومات فراہم کردی گئی ہیں جو طب جدید کے اساتذہ اور طلباء کے لیے حیرت انگیز ہوں گی، مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود پلاسٹک سرجری کرنا اور اس سلسلہ میں اوروں کو مشورہ دینا، اس بنا پر جب یہ مقالہ میری نظر سے گزرا تو میں نے اس کے اردو ترجمہ کی فرمائش کی اور اب شکریہ کے ساتھ اسے قارئین برہان کی نذر کیا جاتا ہے۔

اعتذار: یہ مقالہ ستمبر کے برہان میں چھپ چکا ہے مگر افسوس ہے کہ پریس میں پلیٹیں خراب ہوجانے کے سبب اس کے متعدد صفحات بالکل ناقابل استفادہ ہوگئے تھے اس لیے اس کو دوبارہ شائع کیا جارہا ہے، اور چونکہ فاضل مقالہ نگار نے اس عرصے میں اس پر نظر ثانی کرکے اس میں بہت کچھ ترمیم و اضافہ کردیا ہے اس لیے اس کی افادیت اب مزید بڑھ گئی ہے۔ (ایڈیٹر)

تعارف مقالہ

اس مقالے میں سرجری (العملیۃ الجراحیۃ) کا آغاز اور عہدِ نبویؐ میں اسکا وجود اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدگی اور اس کے لیے آپ کا حکم دینا اور اسلامی ماحول میں اس کی مقبولیت وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے اسی طرح عہدِ رسولؐ کے بعد کے مسلم سرجنوں کے کارناموں کا تعارف بھی کرایا گیا ہے۔ اس مقالے میں خاص کوشش اس بات کی کی گئی ہے کہ تاریخ طب کے علاوہ اس سلسلے کی جو معلومات اسلامی تاریخ اور کتب حدیث وسیرت میں بکھری پڑی ہیں جن تک عموماً تاریخ طب لکھنے والوں کی نظر نہیں پہنچتی ان سے بھی استفادہ کیا جائے، یہ معلومات طبی دنیا کے لیے کسی قدر نئی بھی ہوں گی اور ان کتابوں کا درجۂ استناد بھی کتب تاریخ کے مقابلے میں بدرجہا فائق ہے۔

یہ چونکہ عالمی کانفرنس میں پڑھا جانے والا ایک مقالہ ہے اس لیے اس کی ضخامت محدود رکھنا ضروری تھا لیکن اگر اس موضوع پر کوئی محقق ایک مستقل کتاب لکھے گا تو ابھی اور بہت کچھ لکھنے کی ضرورت باقی ہے۔

آغاز

علمی دنیا میں ہمیشہ چراغ سے چراغ جلتا رہا ہے، کوئی خطۂ زمین اور کوئی قوم یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ ہمارے علوم کسی غیر کے استفادے سے آزاد اور پوری طرح ہمارے ذہن کی پیداوار ہیں۔ چنانچہ عربوں کے دل و دماغ کو جب نورِ اسلام نے روشن کیا تو ان میں علم کے لیے ایک کبھی نہ بجھنے والی پیاس پیدا ہوگئی، پیغمبر اسلام نے ببانگِ دہل فرمایا کہ الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن فحیث وجدھا فھو احق بھا[1]۔ حکمت و دانائی کی بات مومن کی متاعِ گم گشتہ ہے اسے جہاں بھی ملے وہی اسکا سب سے بڑا حقدار ہے۔ یہ بات اسلام نے اپنے پیروؤں کے دماغ ہی میں نہیں بٹھادی بلکہ ان کی فطرت میں رچا بسادی، ان کے خمیر میں گوندھ دی، ہوا اور پانی کی طرح یہ بات ان کے لیے لازمۂ حیات بن گئی۔ سو جب انھوں نے دنیا پر نظر ڈالی تو علم وحکمت کے موتی دنیا کے چپہ چپہ پر بکھرے ہوتے تھے، دائیں بائیں تھا تو روم اور فارس کے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے تمدن تھے، پیچھے دیکھا تو اپنے ہی ماضی میں کلدانیوں (عراقیوں) کے بے شمار علوم تھے، آگے کی طرف دیکھا تو کام کرنے کا ایک لامحدود میدان پڑا تھا انسانیت

---

[1] ترمذی، ابن ماجہ عن ابی ہریرۃؓ، و ابن عساکر عن علیؓ (سیوطی، جامع صغیر ص ۹۸ ج ۲ مصر، تاریخ ندارد)

جہل کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی اس کی ہمہ جہتی خدمت کرنا اپنا فرض تھا پیارے رسولؐ فرما چکے تھے کہ اَلْخَلْقُ کُلُّهُمْ عِیَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّهُمْ اِلَی اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِیَالِهٖ[۲]۔ ساری مخلوق اللہ رب العالمین کا کنبہ ہے، اللہ کو اپنا وہ بندہ سب سے پیارا ہے جو اس کے کنبے کے لیے زیادہ سے زیادہ نفع بخش اور مفید ہو۔ ایک موقع پر فرمایا: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ[ع]۔ یعنی جو شخص اپنے بھائی کو (کسی بھی طرح) فائدہ پہنچا سکتا ہے اسے ضرور پہنچانا چاہئے۔ اس چیز سے انسانیت بلکہ تمام مخلوق کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوا۔ پھر نبی امیؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ رُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى لِلْعِلْمِ مِنْ سَامِعٍ[۳]۔ علم کے پہلے امین سے بسا اوقات بعد کا سیکھنے والا بڑھ جاتا ہے چنانچہ اہل اسلام نہایت بلند حوصلوں سے زندگی کے ہر میدان میں آگے بڑھے اور اُس چودہ سو سال پہلے کے زمانے میں انھوں نے زمین کی طنابیں کھینچ کر مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کو ایک کر ڈالا اور اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ[۴]۔ کے ارشادِ نبویؐ کا اپنی زندگی سے ثبوت دیدیا، انھوں نے اولین و آخرین کے جملہ علوم کی کتابیں تلاش کر کر کے ان کے تراجم کیے ان کا مطالعہ کیا اور اُن میں مہارت پیدا کی اور آخر الامم ہونے کے باوجود انھوں نے ثابت کر دیا کہ ؎

وَاِنِّیْ وَاِنْ کُنْتُ الْاَخِیْرَ زَمَانُهٗ　　　لَاٰتٍ بِمَا لَمْ تَسْتَطِعْهُ الْاَوَائِلُ

(میں اگرچہ زمانے کے لحاظ سے اخیر میں ہوں مگر میں نے وہ کر دکھایا جو پہلوں سے نہ ہو سکا)

۲؎ ابویعلی، بزار عن انسؓ۔ طبرانی عن ابن مسعودؓ (حوالہ سابق)۔ ع احمد، مسلم، ابن ماجہ عن جابرؓ (فیض القدیر ص۵۴)

۳؎ ترمذی ابن ماجہ عن ابن مسعودؓ۔ دارمی عن ابی الدرداءؓ۔ (خطیب تبریزی، مشکوٰۃ ص۳۵ دہلی ۱۳۷۵ھ)

۴؎ عقیلی، ابن عدی، بیہقی، ابن عبدالبر عن انسؓ (سیوطی، جامع صغیر ج۱ ص۴۴ (مصر تاریخ ندارد) مطلب یہ ہے کہ علم کی تلاش جاری رکھو خواہ اس کے لیے چین تک کا سفر کیوں نہ کرنا پڑے۔

میرے ایک نہایت فاضل دوست اور حدیث کے بلند پایہ عالم نے یہ مضمون دیکھ کر مجھے خط لکھا ہے کہ:

"یہ بات تعجب خیز ہے کہ اس حدیث اطلبوا العلم الخ کو آپ نے ایسے لکھ دیا جیسے کوئی معتبر حدیث ہو حالانکہ اس کا ثبوت ہی مشکل ہے، ابن حبان، ابن جوزی اس کو باطل و بے اصل بتاتے ہیں اور علامہ سخاوی جو معتدل المزاج سمجھے جاتے ہیں انھوں نے بھی المقاصد الحسنۃ میں اپنا کلام مذکورہ دونوں اشخاص کے فیصلے پر ختم کیا ہے" —— (باقی اگلے صفحہ ۹ پر ملاحظہ ہو...)

انہی اقوام میں کلدانیوں، عراقیوں اور یونانیوں اور مصر وشام اور ہندوستان کے علوم طب بھی تھے جنکی کتابیں تلاش کر کر کے ان کے تراجم کیے گئے اسی کے ساتھ عرب کے قدیم علم طب کو جسے علم الحشائش والعقاقیر (جڑی بوٹیوں کا علم) کہتے تھے اس کو بھی مدوّن کیا۔ جسکے عامل عہد قدیم میں لقمان حکیم تھے اور اس کے بعد اس کا سب سے بڑا ماہر اور قدیم عرب سرجن ابن حِذْیَم[۵] تھا جو قبیلہ بنو تیم الرباب سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی سرجری کی مہارت عرب میں ضرب المثل تھی، جب کوئی کَیّ" (داغ دیکر علاج کرنے کے طریقے) کا ماہر ہوتا تھا تو اس کی تعریف میں کہتے تھے کہ اَطَبُّ بالکی من ابن حِذیَم یعنی ابن حذیم سے بھی بڑھکر ماہر کَیّ ہے۔ اوس بن حجر تمیمی جاہلی شاعر کہتا ہے ؎

فَهَل لَكُم فيها إلَيَّ فَإنَّني　　　طَبيبٌ بِما أَعيى النِطاسِيَّ حِذيَما[۶]

(اگر اس محبوبہ کو تم کسی طریقے سے میرے پاس لانے کا انتظام کر سکو تو میں ایسا معالج ہوں کہ جہاں حذیم جیسے ماہر ناکام ہو جاتے ہیں میں اس کا بھی علاج کر سکتا ہوں)

اہل اسلام نے یونانیوں، کلدانیوں، اسکندرانیوں، عراقیوں، اطباء جزیرہ، اطباء دیار بکر، اطباء ہند، اطباء مغرب مراکش وغیرہ اور اطباء مصر وشام کے علوم طب و جراحت کو صرف اپنی زبان میں نقل کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان میں مہارت پیدا کر کے ان کو ترقی کی معراج پر پہنچا دیا۔

(صفحہ ۸ کا بقیہ حاشیہ) ——— ہم اس انتباہ پر ان کے شکر گزار ہیں۔ اور صرف یہ عرض کرتے ہیں کہ محدثین کے طریقے کے مطابق کثرت اسانید اور تعدد طرق سے کسی حدیث کے متن کو تقویت حاصل ہوجاتی ہے اور احیاء العلوم کی شرح میں علامہ زبیدی نے اس کے بہت سے طرق بیان کیے ہیں اور لکھا ہے کہ "ہم نے اس کی اسانید مختلفہ ایک مستقل رسالے میں جمع کی ہیں" اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی خاص سند گو محدثین کے مخصوص معیار حسن وصحت پر پوری نہ اترتی ہو مگر نفس حدیث کثرت اسانید کی بناء پر فی الجملہ ثابت ہے ——— واللہ تعالیٰ اعلم (ملاحظہ ہو اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین ج۱ ص۹۹ للزبیدی)

اور ہم نے جس موقع پر یہاں اسکو درج کیا ہے محدثین کے مسلمہ اصول کے مطابق ایسے مواقع پر اس معیار کی حدیث قابل قبول ہوتی ہے۔

[۵] اسے "ابن" حذف کر کے صرف حذیم بھی کہا گیا ہے۔

[۶] اس کا تذکرہ ابن السکیت نے شرح دیوان میں اور افریقی نے لسان العرب ج ۱۲ ص ۱۲۹ میں کیا ہے اور خیر الدین زرکلی نے الاعلام ج ۲ ص ۱۱ (طبع سوم) میں کچھ حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

[۷] دیکھیے جرجی زیدان کی تاریخ التمدن الاسلامی ج ۱ ص ۱۹۱ القاہرہ۔

علوم کی تقسیم اور مختلف شاخوں میں تخصص و مہارت

دیگر علوم کی طرح علوم طب میں بھی پھیلاؤ زیادہ ہو گیا تو اس کی بہت سی شاخیں بنا دی گئیں اور ہر ہر شاخ کے لیے الگ الگ لوگوں نے اپنی زندگیاں وقف کرکے اس کو بام عروج پر پہنچا دیا چنانچہ کچھ کحال (ماہر امراض چشم)، کچھ جراح (سرجن) کچھ فصاد (فصد کھولنے والے) کچھ اسنانی (ماہر امراض دنداں) اسی طرح کچھ معالج النساء (امراض نسواں کے ماہر) معالج المجانین (پاگلوں اور دماغی بیماروں کے معالج) ہوتے۔ اس کو مورخ جرجی زیدان نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔[۵۸]

امراض چشم پر چند کتابیں

امراض چشم کے بڑے بڑے ماہر ہوتے ان میں خاص طور پر ایک بڑا مشہور نام ایک خاتون معالج زینب الاودیہ کا ہے جو بنی اود کے قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں ان کی مہارت فن کے دور دور چرچے تھے، اسی طرح احمد بن وصیف الصابی، جبریل الکحال، سلیمان بن موسیٰ (وفات ۳۵۹ھ ۹۴۰ء) جو شریف الکحال کے نام سے مشہور ہے، علی بن عیسیٰ الکحال صاحب "تذکرۃ الکحالین" حُنین بن اسحٰق، ابو القاسم عمار بن علی الموصلی، اور ابو الحسن البصری الکحال (وفات لگ بھگ ۴۲۹ھ) وغیرہ۔[۵۹]

اس فن کی چند مشہور کتابوں کے نام درج کیے جاتے ہیں جن میں آنکھ کی جراحی کی بحثیں بھی بہت تفصیل سے درج ہیں، ان میں ایسی بھی بہت سی کتب ہیں جو زمانے کی ناقدری کا شکار ہو کر ناپید ہو چکی ہیں، "ترکیب العین" "شفاء العیون"، کشف الرین فی احوال العین، نتیجۃ الفکر فی احوال البصر[۵۹]۔ یوحنّا بن ماسویہ کی تین کتابیں: معرفۃ محنۃ الکحالین، وعنسل العین[۶۰]، معرفۃ العین وطبقاتھا[۶۱]۔ اس میں آنکھ کے پردوں اور اندرونی تہوں کی تشریح اور دیگر بیماریوں کا بیان ہے۔ اسی طرح محمد بن زکریا الرازی نے اپنے شاگرد یوسف بن یعقوب کے لیے ایک کتاب لکھی ہے ادویۃ العین وعلاجہا ومداواتہا[۶۲]۔ علاء الدین علی

---

۵۸ حوالہ سابق ج ۲ ص ۸۰

۵۷ دیکھئے عیون الانبیاء، تاریخ الحکماء اور ڈاکٹر امین اسعد کی الطب العربی وغیرہ۔

۵۹ حاجی خلیفہ، کشف الظنون ج ۲ ص ۱۴۷۲ (استنبول ۱۳۶۰ھ ۱۹۴۱ء)

۶۰ ابن ابی اُصَیْبَعَۃ، عیون الانبیاء ص ۲۵۹ (بیروت ۱۹۶۵ء)

۶۱ الزرکلی الاعلام ج ۹ ص ۲۶۹۔

۶۲ ص ۴۲۷

بن عبدالکریم الصفدی الکحال (وفات سنہ ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء) کی کتاب القانون فی امراض العیون[۱۲]، حفید ابن زہر (ولادت ۵۰۷ھ / ۱۱۱۳ء وفات سنہ ۵۹۵ھ / ۱۱۹۹ء) جو مشہور ابن زہر کا بیٹا تھا اور حفید ابن زہر (یعنی ابن زہر کا پوتا) کے لقب سے مشہور تھا، اس نے بھی طب العیون کے نام سے معالجات چشم پر ایک کتاب لکھی[۱۳]۔

ادویہ مفردہ پر کتابیں ایک مستقل شاخ علوم طب کی ادویۂ مفردہ بھی قرار پائی اور اس پر بھی لوگوں نے زندگیاں وقف کیں اور جڑی بوٹیوں کی تلاش اور ان کی شناخت اور ہم شکل بوٹیوں کے باہمی فرق وغیرہ جاننے کے لیے جنگل جنگل چھانتے پھرے اور اس پر بڑی محققانہ کتابیں لکھیں جن میں ان کے خواص، ان کی شکلیں، رنگ، ذائقے، مقامات پیداوار پھر ہر ہر خطے کی جڑی بوٹیوں کے دوسرے خطوں کی جڑی بوٹیوں سے فرق وامتیاز اور تاثیر کی قوت وضعف وغیرہ پر بڑی دیدہ درانہ اور دقیق بحثیں کیں یہ لوگ "النباتیین" کہلاتے تھے اس فن میں زیادہ شہرت غافقی[۱۴]، ابوداؤد سلیمان بن حسان الاندلسی جو ابن جلجل[۱۵] کے لقب سے مشہور رہا (وفات بعد از ۳۷۲ھ) اور رشید الدین الصوری[۱۶]، سابور بن سہل[۱۷] وغیرہ نے پائی اور اخیر میں خاتمۃ النباتیین ضیاء الدین عبداللہ بن احمد ابن البیطار جو ابن البیطار کے نام سے مشہور ہوا (وفات ۶۴۶ھ) اس کی شہرت کے سورج نے تو سارے چاند ستاروں کو چھپا دیا، اس کی کتاب الجامع لمفردات الادویۃ جو "جامع مفردات الادویہ" اور "مفردات ابن البیطار" کے ناموں سے بھی جانی جاتی ہے اس نے ساری دنیا کی نظریں اپنی طرف لگالیں اور روز تصنیف سے آج تک ہر دور میں مقبول رہی اور اطباء کو

---

۱۲ الزرکلی، الاعلام ج ۵ ص ۱۱۶

۱۳ حوالہ سابق ج ۷ ص ۱۲۹

۱۴ ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء ص ۵۰۰

۱۵ المصدر السابق ص ۴۹۳ و اسماعیل پاشا بغدادی، ہدیۃ العارفین ج ۱ ص ۳۹۶ (استنبول ۱۹۵۱ء)

۱۶ ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء ص ۶۹۹

۱۷ انھوں نے ایک کتاب متبادل دواؤں پر لکھی ہے کہ اگر فلاں دوا دستیاب نہ ہو تو اس کی جگہ فلاں دوسری دوا کام دے سکتی ہے۔ یہ بحث دیگر کتب مفردات میں عموماً دواؤں کے ساتھ ساتھ لکھ دی جاتی ہے۔ حوالہ سابق ص ۴۳۳

ہر دور میں اس پر اعتماد رہا حتی کہ مؤرخ جرجی زیدان کہتا ہے کہ: وکان علیہ معول اھل اوربا فی نہضتہم الاخیرۃ[۱۸] یعنی یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں اسی کتاب پر ان کے علم الادویہ کا دار و مدار رہا۔

جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ آج کل کے یورپ کے طریقے کے مطابق اسلامی دور میں بھی الگ الگ اعضاء جسمانی اور الگ الگ بیماریوں کے اسپیشلسٹ ہوا کرتے تھے[۱۹]۔

انہی خصوصی شاخوں میں علم طب کی شاخ سرجری بھی تھی جسے مسلمانوں نے بلندی کے اس ثریا تک پہنچایا کہ آج بھی سرجری اپنے بلند بانگ دعوؤں اور معجز نمائیوں کے باوجود اس سے آگے نہیں پہنچ سکی، جی ہاں ابھی عہد حاضر کی سرجری اسلامی عہد کی سرجری کے برابر نہیں ہو سکی ہے، آج بھی یورپ کے سرجنوں کے ہاتھوں میں سرجری کے جو آلات ہیں وہ مسلم سرجن الزہراوی کی کتاب میں دی ہوئی تصویروں کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں۔ جیسا کہ آگے انشاء اللہ معلوم ہوگا۔

سرجری کا قدیم عربی نام اور موجودہ نام

تاریخ وطب کی کتابوں کے مطالعے اور استقراء سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوّل اوّل اس فن کے لیے الشق اور القطع کا لفظ بولا جاتا تھا

---

۱۸ له جرجی زیدان، تاریخ التمدن الاسلامی ج ۳ ص ۱۴۶ ابن بیطار کی ایک اور اہم کتاب "المغنی فی الادویۃ المفردۃ" ہنوز غیر مطبوع ہے اس کا مخطوطہ اسکندریہ کی لائبریری میں موجود ہے، اور اوپر والی کتاب الجامع بولاق سے ۱۲۹۱ھ میں چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

ہمارے ایک فاضل دوست نے یہ مقالہ دیکھنے کے بعد مشورہ دیا ہے کہ نباتیین میں ابن الرومیۃ کا نام بھی ہونا چاہیئے تھا، ہم اس مشورے کے لیے انکا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے نباتیین کا ذکر چونکہ ضمناً کیا ہے اس لیے صرف بطور مثال چند کو لے لیا ہے اور بہت سوں کو قصداً چھوڑ دیا ہے۔ ابن الرومیہ احمد بن محمد بن مفرج الاموی علم حدیث میں بھی درجۂ کمال رکھتے تھے اور علم نبات کے بھی امام تھے، ابن حزم کے شاگرد ہیں۔ پیدائش ۵۶۱ھ ۱۱۶۵ء وفات ۶۳۷ھ ۱۲۳۹ء ملاحظہ ہو عیون الانباء ص ۵۳۸۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۴۲۶۔ ہدیۃ العارفین ج ۱ ص ۹۳۔ الاعلام ج ۱ ص ۲۱۱۔

ابن ابی اصیبعہ نے اس کے صرف طبی حالات لکھے ہیں۔ دوسرے تذکرہ نگاروں نے ان کے دونوں کمالات کو بیان کیا ہے۔

۱۹ له حوالہ سابق ج ۲ ص ۸

ہیں جیسا کہ ان الفاظ کے معنی سے ظاہر ہے یہ الفاظ محدود مفہوم رکھتے ہیں پہلے کا مطلب ہے شگاف دینا اور دوسرے کا مطلب ہوتا ہے کاٹنا جبکہ سرجری میں اور بھی بہت سے کام ہوتے ہیں جو ان دونوں لفظوں کے احاطے سے باہر ہیں۔ مثلاً زخم یا شگاف کی سلائی ہی کو لے لیجئے کہ یہ سرجری کا ایک بالکل ہر وقت کا کام ہے مگر یہ لفظ شق میں آتا ہے نہ قطع میں، اس لیے اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے ایک وسیع لفظ تجویز ہوا عمل الید (ہاتھ کا کام، یعنی علاج کے دوران ہاتھ سے کیا جانے والا کام) اور کبھی العمل بالید بھی بولا جاتا ہے۔ اسی طرح چونکہ اس کام میں لوہے کے اوزاروں سے بھی مدد لی جاتی ہے اس لیے بہت سی کتابوں میں العلاج بالحدید بھی بولا جاتا ہے (یعنی لوہے کے ذریعے علاج) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس میں لوہے کو بطور دوا کے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ اس کا مفہوم ہے العلاج الذی یُستعان فیہ بِالآتِ الحدید (وہ طریقہ علاج جس میں لوہے کے اوزاروں سے مدد لی جاتی ہے) آگے جہاں ہم اس فن کی مشہور کتابوں کے نام ذکر کریں گے وہاں کتابوں کے ناموں میں ان دونوں الفاظ کا استعمال ملے گا۔ زبان نبوت سے بھی علاج بالحدید کا لفظ استعمال ہوا ہے[۵۸]

البتہ آجکل اس مفہوم کے لیے العملیۃ الجراحیۃ یا العمل یا العملیۃ یا صرف الجراحیۃ کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

سرجری یا العملیۃ الجراحیۃ کی تعریف

کشف الظنون میں حاجی خلیفہ[۲۰] نے اس فن کی بہت جامع اور اس کی جملہ شاخوں کو محیط تعریف کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سرجری وہ علم ہے جس میں ذی روح کے جسم کو پیش آنے والے ہر قسم کے زخموں سے بحث ہوتی ہے کہ وہ کیسے ٹھیک ہوں اور یہ کہ وہ کس قسم کے ہیں، اور اگر ان میں شق و قطع کرنے کی ضرورت ہے تو وہ کس طرح کیا جائے اور کس زخم میں کون سا مرہم اور کونسا ضماد استعمال کیا جائے اور اس کام میں کون سے آلات کی ضرورت پڑتی ہے ان سب باتوں سے واقفیت حاصل کرنا۔ اور اس علم کے تحت ہڈیوں کا جوڑنا اور آنکھوں کی جراحی بھی شامل ہے جس کا ایک مستقل نام

---

۵۲ حاجی خلیفہ، کشف الظنون ج ۱ ص ۵۸۱۔ ۵۸ جیسا کہ آئندہ سرجری کے واقعات میں آرہا ہے۔

الفقہ (جراحی جسم) بھی ہے، اور یہ علم علم سے زیادہ عمل پر موقوف ہے یعنی اس میں جاننے سے زیادہ عملی اور تجربی صلاحیت (پریکٹیکل PRACTICAL) کی ضرورت ہے۔[اله]

سرجری کا آغاز سرجری کا آغاز پاؤں کا کانٹا نکالنے سے ہوتا ہے اور آج تک دل کے نازک ترین آپریشن تک پہنچا ہے اور ظاہر ہے کہ پاؤں کا کانٹا نکالنے کی ابتداء انسان کے قدم زمین پر پڑنے سے ہی ہو جاتی ہے۔ اس سے ایک قدم آگے بڑھئے تو بدن میں گھسا ہوا تیر نکالنا اور چھالے اور پھوڑے پھنسیاں پھوڑنا اور فاسد اعضاء جسمانی کا کاٹنا ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کوئی انسانی آبادی ان چیزوں سے خالی نہیں تھی اور نہ کوئی زمانہ ان چیزوں سے خالی ہوا اسلئے ابتداء فن کی جب بات کی جائے گی تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ یہ عمل روزمرہ کے سادہ اعمال سے ترقی کر کے باریک اور مشکل اور ایسا کب سے ہوا کہ اس کے لیے ایک خاص دِقّتِ نظر، خاص واقفیت اور کمال تجربکاری ضروری ہو اور اس کے لیے مخصوص آلات، اور ضرورت کی خاص خاص دوائیں اور اثناء عمل اور بعد از عمل جن خطرناک نتائج کا اندیشہ ہو اُن سے احتیاطی تدابیر وغیرہ جب سے کی جانے لگیں وہ وقت دراصل اس فن کی ابتداء کا ہے اور اسی وقت سے اس کو باقاعدہ فن کہا جاسکتا ہے۔

اور اس منزل پر آکر یہ عمل ایک عامی، ایک گڈریے اور چرواہے کے دائرۂ عمل سے نکل کر ایک طبیب کے دائرۂ کار میں شامل ہوتا ہے، اور آج جب ہم لفظ سرجری یا العملیۃ الجراحیۃ بولتے ہیں تو اس سے یہی باقاعدہ فن مراد ہوتا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس باقاعدہ فن کے متعلق بھی یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ فلاں سن میں فلاں شخص نے یا فلاں قوم نے اور فلاں ملک میں شروع کیا تھا اسلئے کہ اس قسم کی ضرورتیں ہر جگہ ہر طبقے کو پڑتی رہتی ہیں۔ اور ہر جگہ کے لوگوں نے یقیناً ضرورت کے تحت اسکا کچھ نہ کچھ حل نکالا ہوگا "ضرورت ایجاد ماں ہے"، جس کو جب ضرورت پڑی ہوگی اس نے اس کے حل کے لیے کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور نکال لی ہوگی اس لیے یقیناً ہر قوم اور ہر خطے میں وہیں وہیں کے حالات اور وہاں کے لوگوں کی استعداد کے مطابق سرجری نے ترقی کی ہوگی، اتنا ضرور ممکن ہے کہ کسی علاقے

اله کشف الظنون کا خلاصہ ختم ہوا۔

کسی دوسرے علاقے کے لوگوں سے کچھ زیادہ مہارت رکھتے ہوں وفوق کل ذی علم علیم (ہر جاننے والے سے اوپر ایک جاننے والا ہوتا ہے) اس لیے حقیقی ابتدا ء طب اور ... ں ہوئی اس کے بارے ... وثوق سے بات نہیں کہی جا سکتی۔ اور اگر کسی نے کچھ کہا بھی ہے تو اس کی حیثیت علم سے زیادہ اٹکل اور ظن و تخمین کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سرجری یونان میں اہل اسلام نے مادی علوم ساری ہی دنیا کی اقوام سے لیے ہیں مگر اہل یونان کے علوم نسبتاً زیادہ لیے ہیں اور علوم طب بھی بیشتر یونان ہی سے ... اور یونان کی تاریخ دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سرجری ان کے یہاں بھی خاصی ترقی یافتہ ... اس لیے ہم یہاں یونان کے چند ماہر سرجنوں کا ذکر کرتے ہیں۔

... بقراط بقراط دیگر اصناف علاج کی طرح سرجری میں بھی مہارت رکھتا تھا اور اکثر و بیشتر اس کا شغل یہی تھا حتیٰ کہ مُبَشّر بن فاتک نے کتاب "مختار الحکم و محاسن الکلم" میں بقراط کا سرجری میں انہماک بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "کان ... شمالی یدہ ... مبضع و اما مِرْوَد"[۲۲] یعنی ہر وقت اس کے ہاتھ میں یا تو نشتر ہوتا تھا یا ... علاج میں کام آنے والی سلائی ہوتی تھی۔

... ایک ... امراض حادّہ پر ہے جس میں تین مقالات ہیں اس کا دوسرا مقالہ تکمید اور فصد ... علاج کرنے کے بارے میں ہے۔ اسی طرح اس کی ایک مستقل کتاب کتاب الخلع ہے یعنی ... ہڈیوں کے اُتر جانے کا علاج، ایک کتاب سر کے زخموں کے علاج پر جبراحات ... کتاب اللحوم، کتاب فی الجراح، کتاب فی الفصد والحجامۃ ہیں، اور ضخیم کتاب "قاطیطریون" ہے جس کا عربی ترجمہ عرب مصنفین "حانوت ... طبیب" نے کشف الظنون میں اس کتاب کو حانوت الطبیب ہی کے نام سے

---

۲۲ ... الانباء فی طبقات الاطباء ص۴۹ (بیروت ۱۹۶۵ء)

ھذا کیا ہے یعنی "دکان طبیب"۔ یہ کتاب تین مقالات پر مشتمل ہے[۲۳]، جالینوس نے کہا ہے کہ ابقراط اس کتاب کو بنیادی کتاب قرار دیتا تھا اور اس نے طے کیا تھا کہ طب پڑھنے والے کو یہ کتاب سب سے پہلے پڑھنی چاہئے اور یہی رائے اس کتاب کے تمام شارحین کی ہے اور جالینوس کہتا ہے کہ خود میری بھی یہی رائے ہے وہ کہتا ہے کہ اس دکان سے ابقراط کی مراد یہ ہے کہ وہ دکان جس میں طبیب علاج کرنے کے لیے بیٹھتا ہے، اس لیے وہ کہتا ہے کہ اس کا ترجمہ یہ ہونا چاہئے کہ "کتاب الاشیاء التی تعمل فی حانوت الطبیب[۲۴]" یعنی ان چیزوں کو بیان کرنے والی کتاب جو طبیب اور معالج کی دکان میں کام آتی ہیں۔

ابن ابی اُصَیْبَعہ اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یستفاد من ھذا الکتاب مایحتاج الیہ من اعمال الطب التی تختص بعمل الیدین دون غیرھا من الربط والشد والجبر والخیاطۃ ورد الخلع والتنطیل والتکمید وجمیع مایحتاج الیہ[۲۵]۔"

"اس کتاب سے علاج معالجے کی خاص طور پر ان باتوں کا علم ہوتا ہے جو صرف عمل الید سے تعلق رکھتی ہے جیسے کسی عضو پر بند لگانا، کسی عضو پر پٹی وغیرہ باندھنا، ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنا، سلائی کرنا، اُترے ہوئے جوڑوں کا چڑھانا، دھارنا، ٹکورنا، (سینکنا) اور دیگر وہ تمام کام جن کی اس سلسلے میں ضرورت پیش آتی ہے۔"

جالینوس

اسی طرح رئیس اطباء یونان جالینوس کی پوری زندگی علاج معالجہ میں بسر ہوئی، دواؤں کے ذریعہ بھی اور اوپریشن کے ذریعہ بھی، وہ انسانوں کا علاج کرنے کے ساتھ ساتھ نئے انکشافات کے لیے جانوروں کے جسموں پر تجربات کیا کرتا تھا، اسی طرح وہ انسانی لاشوں پر بھی تجربات کرتا تھا چنانچہ ایک جگہ جالینوس نے تشریح پر گفتگو کے دوران امراض قلب کے بارے میں لکھا ہے:

---

۲۳ حاجی خلیفہ، کشف الظنون ج ۱ ص ۶۲۴ ــــ ۲۴ ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء ص ۵۴ تا ص ۵۶
۲۵ حوالہ سابق۔

"وقد يعرض فی الناس للقلب اورام صلبة غير حارة، يهزل صاحبها قليلاً قليلاً حتى تقتله بعد مدة طويلة[۲۶]"

(انسان کے قلب پر بعض وقت اورام صلبہ غیر حارہ آجاتے ہیں جو مریض کو دھیرے دھیرے دبلا کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ ایک عرصۂ دراز کے بعد اس کے لیے مہلک ثابت ہوجاتے ہیں)

جالینوس کا بندر پر تجربہ اور اس کے دل کا اوپریشن

اس کے بعد جالینوس نے بندر کے اوپر اپنے ایک تجربے کا اور اس کے دل کے اوپریشن کا دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:

" انما علمتُ ذلك من قردٍ كنت اردتُ ذبحه لأنظر تشريحه، فشُغلتُ عنه مدة وكان القرد يزداد كل يوم هزالاً، فلما ذبحتُه وشققتُ بطنه وجدتُ فی لباس قلبه ورماً وغلظاً ودماً ممتلئاً رطوبة، فعلمتُ ان الهزال كان من ذلك[۲۷]"

(تجربہ مذکورہ مجھے اس طرح حاصل ہوا کہ میرا ایک بندر تھا جس کے متعلق میں نے سوچ رکھا تھا کہ اس کی تشریح سمجھنے کے لیے اسے ذبح کروں گا، مجھے دوسری مصروفیات میں اس تجربہ کا کچھ عرصہ تک خیال نہ رہا اور وہ بندر دن بہ دن سوکھنا اور دبلا ہونا شروع ہوگیا، میں نے جب اس کو ذبح کیا اور اس کا پیٹ چاک کیا تو میں نے دیکھا اس کے قلب کی جھلی پر کچھ ورم اور سختی ہے اور وہاں رطوبت آمیز خون جمع ہوگیا ہے، اُس وقت میرے سامنے یہ بات کھلی کہ یہ اسی کی وجہ سے دبلا ہو رہا تھا۔)

---

[۲۶] ابو منصور حسن بن نوح القمری، غنیٰ، منیٰ ص ۲۰۱ و ص ۲۰۲ (قلمی نسخہ، تاریخ کتابت ندارد، محفوظہ لائبریری انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز تغلق آباد۔ دہلی

[۲۷] حوالۂ سابق۔

جالینوس کا مُرغ پر تجربہ اور اس کے دل کا اوپریشن

اسی طرح جالینوس نے اس ورم قلب کے اثرات جانچنے کے سلسلے میں جو تجربات کیے ان میں ایک مُرغ کے اوپریشن کا بھی ذکر کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ :

"وقد ذبحتُ مرة دیکا فوجدت عند قلبه غلظا وکان مھزولاً فعلمت ان ھُزَالہ کان من ذلک[۲۸]"

(میں نے ایک بار ایک مرغ کا بھی اسی طرح اوپریشن کیا اور اس کے دل کے پاس بھی کچھ سختی تھی وہ مرغ بھی بہت دُبلا تھا، اُس سے میں نے یہ بات سمجھی کہ یہ دُبلا پن اسی وجہ سے تھا۔)

پھر ان تجربات کی روشنی میں وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اسی قسم کے حالات، انسانوں کو بھی پیش آتے ہیں۔ "وقد یعرض للانسان مثله ایضاً[۲۹]" خود جالینوس نے اپنے ایک طبی مقابلے کا حال لکھا ہے کہ وہاں بہت سے سن رسیدہ ماہر اطبا موجود تھے میں نے تمام کی موجودگی میں ایک جانور کو پکڑا اور اس کا پیٹ چاک کر کے تمام امعاء باہر نکال دیں اور جملہ حاضرین سے کہا کہ کوئی صاحب آئیں اور ان امعاء کو صحیح فٹ کر کے پیٹ کی سلائی کریں۔ اس پر کوئی سامنے نہ آیا۔ جالینوس کہتا ہے کہ میں نے تمام آنتوں کو صحیح فٹ کر کے سلائی کر دی اور یہ سب کام نہایت چابکدستی سے بہت کم وقفے میں کر کے میں فارغ ہو گیا۔

اسی طرح وہ کہتا ہے کہ میں نے خون سے بھرپور کئی بڑی بڑی رگیں کاٹ ڈالیں اور میں نے قصداً بڑی رگوں کا انتخاب کیا تاکہ زیادہ خون بہے پھر میں نے بوڑھے بوڑھے اطباء کو دعوت دی کہ کوئی صاحب اس کا علاج کریں، کسی کے پاس علاج نہ تھا پھر میں نے اس کا علاج کیا۔

یہ دراصل ایک بڑے ہسپتال کے لیے سینئر افسر مقرر کرنے کے لیے امتحان تھا جہاں جنگوں کے زخمی بڑی تعداد میں لائے جاتے تھے، اس امتحان کے وقت جالینوس کی عمر صرف تیس سال تھی[ع]

---

[۲۸] حوالہ سابق۔ [۲۹] حوالہ سابق۔ [ع] ابن ابی اصیبعہ عیون الانباء ص ۱۲۱۔

ابن ابی اصیبعہ نے جالینوس کے بہت سے ایسے واقعات ذکر کیے ہیں کہ تمام اطباء بہت سے کیسوں میں ناکام ہوگئے تھے اور یہ اپنے کمالِ مہارت تشریح وجراحی کے باعث کامیاب ہوگیا۔ ان میں کئی بڑے دلچسپ ہیں مگر طوالت کا خوف قلم گیر ہے۔

بولس اور ارسطاطالیس کے سرجری کے واقعات

فن تشریح اور سرجری میں بولس اور ارسطاطالیس کے بھی بہت سے کارنامے ہیں ہم اس مقالے میں صرف ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس کا ذکر حکیم علی حسین گیلانی نے شرح قانون شیخ میں ایک جگہ ضمناً کیا ہے، سر کی ہڈیوں کی تشریح پر بحث کرتے ہوئے حکیم گیلانی لکھتے ہیں کہ،

"وقد صادف ارسطاطالیس فی تشریحہ رأس انسان کان من عظم واحد لیس فیہ درز اصلا وھذا من النوادر"[۳۰]

(ارسطاطالیس کو اپنے اعمال تشریح کے دوران ایک آدمی کا ایک ایسا عجیب وغریب سر دیکھنے میں آیا جو پورا کا پورا ایک ہی ہڈی پر مشتمل تھا اس میں کوئی بھی درز نہ تھی، یہ بات نوادر میں سے ہے۔)

ہیروفیلوس کے اعمالِ تشریح وسرجری

مورخین نے ہیروفیلوس کے اعمال تشریح کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"ان ھیروفیلوس شرح سبعمائۃ جثۃ بشریۃ، وکتب کتبا کثیرۃ فقدت جمیعھا الا بقایا منھا مذکورۃ فی مصنفات مسلسوس الرومانی"[۳۱]

یعنی ہیروفیلوس نے سات سو انسانی لاشوں کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور بہت سی کتابیں لکھی ہیں جو سب کی سب ضائع ہوگئیں صرف اس کے کچھ علوم مسلسوس رومانی کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔

---

[۳۰] گیلانی، شرح القانون ج ۱ ص ۲۰۱

[۳۱] محمد دربات، مقدمۃ التوضیح فی اصول التشریح المطبوع فی بیروت بحوالہ محترم حکیم علی احمد نیر واسطی، حواشی طب العرب ص ۲۱۵ لاہور ۱۹۵۷ء

سرجری عربوں کے یہاں

عربوں کے یہاں اپنے علاقے کے موسم، آب و ہوا اور رسم و رواج کے مطابق بہت سارے اعمال جراحی رائج تھے جیسے فصد، حجامت (پچھنے لگوانا)، کَیّ (داغ دینا)، پھوڑے پھنسیوں میں چیرا لگانا، ٹوٹی ہوئی ہڈی کا جوڑنا، زخموں میں خون بند کرنے کے لیے راکھ بھرنا وغیرہ۔ یہ تمام وہ اعمال تھے جو عربوں میں یونانی علوم کے عربی زبان میں منتقل ہونے کے پہلے سے چلے آرہے تھے بلکہ بعض تو ان میں سے عربوں کے علاوہ کہیں اور نہ تھے جیسے کَیّ ہے کہ بہت ساری لا علاج بیماریوں میں یہ نہایت مؤثر طریقۂ علاج ہے اور یہ صرف عربوں کا مخصوص علاج ہے۔ اسی طرح فصد بھی عرب جیسے گرم علاقوں کے لیے موزوں ہے۔

غرض یہ متعدد طریقہائے جراحی عربوں میں پہلے سے موجود تھے اور ان علاقوں کے پیشہ ور طبیب ہی نہیں بلکہ عام لوگ بھی ان سے واقف تھے۔ چنانچہ جب جنگ احد میں سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہوگیا اور بار بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پانی ڈالنے پر خون بند نہ ہوا تو حضرت فاطمہؓ نے ایک بوری کا ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی تب خون بند ہوا۔[۳۲]

کپڑے کی راکھ سے خون روکنے کا طریقہ ہندستان کے قصبات اور دیہاتوں میں بھی بہت عام ہے، خود راقم سطور کو اس کا بارہا تجربہ ہوا ہے۔

جرجی زیدان لکھتا ہے کہ ٹھنڈا پانی ڈال کر زخم کا خون روکنا اور اس کے ناکافی ہونے کی صورت میں راکھ بھرنا ان علاجات میں سے ہے جن کا اضافہ عربوں نے طب یونانی میں کیا ہے۔[۳۳]

حجامت (پچھنے لگانا) عرب اپنی بہت سی بڑی چھوٹی بیماریوں کا علاج حجامت[۳۴] کے ذریعہ کر لیتے تھے، یہ طریقہ عرب کا بہت ہی مشہور طریقہ ہے اور اس کے جاننے والے کثرت سے تھے۔

---

[۳۲] ابن القیم زاد المعاد ج ۲ ص ۹۱ (مصر ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء)۔ [۳۳] جرجی زیدان، تاریخ التمدن الاسلامی ج ۳ ص ۱۸۳

[۳۴] حجامت بروزن شکایت، یہ اردو زبان کی حجامت سے بالکل مختلف چیز ہے، یہ ان عربی الفاظ میں سے ہے جن کا اردو زبان میں آنے کے بعد مفہوم بدل گیا ہے۔ اسی طرح حجّام عربی میں حجامت کا پیشہ کرنے والے کو یعنی پچھنے لگانے والے کو کہتے ہیں۔

حجامت عرب کے نہایت شاندار علاجوں میں شمار ہوتی تھی۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حدیثوں میں اس کی تعریف و تحسین فرمائی ہے، حتیٰ کہ ایک حدیث میں آپ نے یہاں تک فرمایا۔ "ان کان فی شئی من ادویتکم خیر ففی شرطۃ محجم او شربۃ عسل او لذعۃ بنار توافق الداء"[۳۵] (اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی دوا میں خوبی ہے تو وہ حجامت کے نشتر میں ہے یا شہد کے گھونٹ میں ہے یا بیماری کے حسب حال آگ سے داغنے میں ہے۔)

اور ایک حدیث میں ہے کہ: "ان امثل ما تداویتم بہ الحجامۃ والقسط البحری"[۳۶] (تمہاری دواؤں میں سب سے عمدہ چیز حجامت اور قسط بحری ہے۔)

ایک موقع پر آپ نے حجامت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ: "ھذا من خیر ما تداوی بہ الناس"[۳۷] (انسان نے جتنی چیزوں سے بھی علاج معالجہ کیا ہے ان میں یہ بہترین چیزوں میں سے ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود حجامت کراتے رہتے تھے، انصار کے غلاموں میں ایک شخص ابوطیبہ اچھا حجام (پچھنے لگانے والا) تھا، آپ نے اس سے حجامت کرائی اور اسے اس کی اجرت عطا فرمائی۔[۳۸]

عرب میں حجامت کے ماہر تو خیر ماہر تھے ہی عام لوگ بھی اسقدر واقفیت رکھتے تھے کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ کون سے حصہ جسم پر حجامت کرنا کس بیماری کے لیے مفید ہے مثلاً ان کے یہاں معمولی لوگ بھی یہ جانتے تھے کہ اخدعین[۳۹] پر حجامت کرنا گردن سے اوپر اوپر کی بہت ساری بیماریوں مثلاً سر کی، چہرے کی، دانتوں کی، کانوں کی، آنکھوں کی اور ناک کی بیماریوں کے لیے مفید ہے بشرطیکہ وہ امراض خون کی کثرت، اس کے فساد یا ان دونوں باتوں کی وجہ سے ہوں۔

اسی طرح ٹھوڑی کے نیچے حجامت کرنے سے دانتوں، چہرے اور حلقوم کے درد میں فائدہ ہوتا ہے

---

۳۵ احمد، بخاری، مسلم (شوکانی، نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۱۵۔ مصر ۱۹۵۲ء)
۳۶ بخاری عن انسؓ (خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۸۔ دہلی ۱۳۷۵ھ)
۳۷ مسند احمد (الساعاتی، الفتح الربانی ج ۱۷ ص ۱۶۳۔ مصر ۱۳۷۲ھ)
۳۸ ہیثمی، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۹ و ص ۱۷ (قاہرہ ۱۳۵۲ھ) ابن حجر عسقلانی، الاصابہ ج ۴ ص ۱۱۱ (مصر ۱۹۳۹ء)
۳۹ گردن کے دونوں طرف کی دو رگوں کا نام ہے۔

اور سر کی صفائی ہو جاتی ہے، اور قدم پر حجامت کرنا صافن ـــــ ٹخنے کے نیچے کی ایک رگ ـــ کی حجامت کا بدل ہو جاتا ہے اور اس سے رانوں اور پنڈلیوں کے پھوڑے ٹھیک ہو جاتے ہیں اور انقطاع طمث کے لیے بھی مفید ہے اور انثیین کی خارش کے لیے بھی مفید ہے۔

سینے کے نچلے حصے میں حجامت کرنا ران کے پھوڑوں اور خارش وغیرہ کے لیے، نقرس، بواسیر، داء الفیل اور پیٹھ کی خارش کے لیے مفید ہے۔

اس طور پر یہ تنہا حجامت گویا ایک مستقل نظام علاج ہے جس میں جسم کے مختلف حصوں پر حجامت کرنے سے کئی کئی بیماریوں سے نجات مل سکتی ہے مگر اس کیلئے موسم، آب و ہوا، مزاج اور خود فنی واقفیت شرط ہے۔ جیسا کہ اگلے عنوان سے ظاہر ہوگا۔

حجامت کن خطوں اور کن مزاجوں کے لیے مفید ہے؟

حجامت صرف اہل حجاز اور ان علاقوں کے باشندوں کیلئے مفید ہے جو گرم ہیں، اس لیے کہ ان کا خون پتلا اور جسم کے بیرونی حصوں کی طرف مائل ہوتا ہے، خارجی حرارت اس کو سطح جسم کی طرف کھینچتی رہتی اور چمڑے کے قریب جمع کرتی رہتی ہے اور اس لیے کہ ان کے مسامات بدن نسبتاً کشادہ ہوتے ہیں[۲۰]۔

ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو بھی کوئی سر کے درد کی شکایت کرتا آپ اس کو حجامت کا مشورہ دیتے، اور جو کوئی پیروں میں درد کی شکایت کرتا تو آپ مہندی لگانے کا مشورہ دیتے تھے[۲۱] اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک درد میں اپنے کولھوں پر حجامت کرائی[۲۲]

حجامت کی شفا بخشی کا ایک حیرت انگیز واقعہ

ابن ابی اُصَیبَعَہ کا بیان ہے کہ ایک بار مہدی بن منصور عباسی خلیفہ (پیدائش ۱۲۷ھ ۷۴۴ء وفات ۱۶۹ھ ۷۸۵ء) کو ایک مرض

---

[۲۰] الشوکانی، نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۱۷، از ابن القیم و ابن الحجر۔
[۲۱] الشوکانی، نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۱۶
[۲۲] ابوداؤد، نسائی (شوکانی، نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۱۷)

لاحق ہوا فالج کے مشابہ تھا، تمام اطباء جمع ہوئے اور غور و فکر اور صلاح و مشورے کے بعد اتفاق رائے سے اس مرض کو فالج قرار دیدیا، ابو قریش عیسیٰ صیدلانی جو اس عہد کا ماہر طبیب تھا اس نے کہا کہ مہدی جیسا کہ باپ منصور ہو دادا محمد ہو اور پردادا علی ہو اور سکڑ دادا عباس ہو اور اس کو فالج ہو جائے؟ خدا کی قسم نا ممکن ہے۔ اس خاندان کو اور ان کی نسل کو کبھی فالج ہو ہی نہیں سکتا، اِلّا یہ کہ یہ لوگ رومی یا صقلبی یا اسی قسم کی عورتوں سے شادی کریں اور ان کے بطن سے کوئی اولاد پیدا ہو تو اس اولاد میں بالکل ممکن ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بعد میں اس خاندان کے افراد نے ان عورتوں سے شادیاں کیں اور ان کی اولادوں کو فالج ہوا (ملاحظہ ہو عیون الانباء فی تاریخ الاطباء ص ۲۱۶ و مابعد) اس کے بعد ابو قریش طبیب نے ایک حجام (پچھنے لگانے والے) کو بلوایا اور اس سے اپنی نگرانی میں سینگی لگوائی، اس قصے کے راوی یوسف بن ابراہیم کہتے ہیں کہ خدا کی قسم مہدی کے جسم سے ابھی ایک ہی سینگی خون نکلا تھا کہ اس کے دونوں ہاتھوں میں قوت آگئی اور دوسری سینگی نکلنے کے ساتھ ہی وہ بات چیت کرنے لگا اور حجام ابھی اپنے کام سے فارغ نہ ہوا تھا کہ مہدی کا دماغ اور ذہن و فکر پوری طرح کام کرنے لگا[۴۲]

اسی طرح ابن ابی اصیبعہ نے ماسویہ کی مسیحائی کے متعلق لکھا ہے کہ ایک بار ہارون رشید کی آنکھ میں تکلیف ہوئی اور اس نے ایسی شدت اختیار کی کہ تمام اطباء نے جواب دیدیا۔ ہارون رشید کا وزیر فضل بن الربیع، ماسویہ کی طبابت کے کرشمے دیکھ چکا تھا اور ہارون رشید کے دربار میں ابھی تک ماسویہ کی معجز نمائیوں کا مشاہدہ نہیں ہو سکا تھا چنانچہ اس نے ماسویہ کو بلایا، ماسویہ نے دیکھتے ہی کہا کہ فوراً حجام کو بلوایئے، حجام آیا اور ماسویہ نے خلیفہ کی دونوں پنڈلیوں پر سینگی لگوائی اور اس کی آنکھوں میں کوئی دوا لگائی فوراً ہی آثار صحت ظاہر ہونا شروع ہو گئے اور دو یوم میں خلیفہ بالکل صحت یاب ہو گیا[۴۳]

---

۴۲ ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء ص ۲۱۶ (بیروت ۱۹۶۵ء)۔ ۴۳ المصدر السابق ص ۲۴۳

احادیث نبویہ میں حجامت کی تعریف مختلف عنوانات سے بہت آئی ہے۔ جن میں سے اوپر ہم نے صرف چند کا ذکر کیا ہے۔

حجامت کے نقصانات جبکہ وہ بے ضرورت اور بلا امتلاء یا بے بصیرتی سے ہو

محدث رزین بن معاویہ سرقسطی (وفات ۵۲۵ھ ۱۱۴۰ء) نے اپنی کتاب جامع الاصول میں حضرت ابوکبشہ انماری صحابیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بکری کے گوشت میں زہر دیدیا گیا تھا اس زہر کے علاج کے طور پر آپؐ نے اپنے سر پر حجامت کرائی تھی، اس واقعہ کے ایک راوی معمر کہتے ہیں کہ میں نے بھی بغیر کسی زہر وغیرہ کے اپنے یافوخ (سر کی چندیا) پر حجامت کرائی تو میری یادداشت ماری گئی اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ مجھے نماز میں سورۂ فاتحہ تک میں لقمہ لینے کی ضرورت پڑتی تھی[۴۵]

ظاہر ہے کہ یہ اثر سوء تدبیر اور ناواقفیت سے یہ کام کرنے کا تھا، بذات خود حجامت کا یہ اثر نہیں ہے۔

حجامت کے لیے مناسب ایام واوقات

عربوں کے یہاں حجامت کے لیے مخصوص دن موسم اور ساعات تھیں، انہی ساعات وایام میں وہ یہ علاج کرتے تھے اور ان اوقات کا وہ بہت اہتمام کرتے تھے حتیٰ کہ مریض کی سخت تکلیف اور لوگوں کے سخت تقاضوں کی بھی وہ اس سلسلے میں پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اس کی تفصیلات تو اس فن کی مستقل تصانیف میں دیکھنی چاہئیں، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپؐ کے معمولات سے جو اوقات اور ساعات اس کے لیے موزوں اور غیر موزوں معلوم ہوتے ہیں وہ بھی خاصا تفصیل طلب موضوع ہے۔ حافظ ابن قیم الجوزیہ نے زاد المعاد فی ھدی خیر العباد[۴۶] میں اس کی جو تفصیل درج کی ہے اس سے اسکی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہمارے یہ صفحات اس کو نقل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

---

۴۵ الخطیب التبریزی، مشکوٰۃ ص ۳۹۱ (دہلی ۱۳۷۵ھ)

۴۶ ابن القیم، زاد المعاد ج ۳ ص ۸۱ و ص ۸۲ (مصر ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء)

بہت سارے اطباء نے حجامت ہی کو موضوع بنا کر اس پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، مشہور طبیب بختیشوع بن جبریل نے ایک کتاب سوال وجواب کے انداز پر کتاب الحجامۃ لکھی ہے[۴۷]۔ اسی طرح طب یونانی کی دنیا میں بڑی شہرت رکھنے والے طبیب یوحنا بن ماسویہ نے کتاب الفصد والحجامۃ[۴۸] تصنیف کی، اسی نام سے ایک کتاب عیسیٰ بن ماسہ کی ہے[۴۹]۔ ایک کتاب الحجامۃ علی بن سہل بن ربن طبری کی ہے[۵۰]۔ یہ سب لوگ طب یونانی اور زیادہ صحیح لفظوں میں طب اسلامی کے آفتاب وماہتاب ہیں۔ اُس عہد میں بعض اطباء یہودی یا عیسائی بھی تھے مگر ان کو بھی اسلامی طب کا نمائندہ اور اسلامی معاشرہ کا جزو ہی کہا جائے گا کیونکہ یہ سب لوگ اسلامی عہد ہی کے پروردہ اور اسلامی طب ہی کے پیدا کردہ تھے۔

اوپر اہل یونان کی جراحی کے ضمن میں ابقراط کی بھی ایک کتاب الفصد والحجامۃ کا ذکر آچکا ہے۔

"کی" (داغنا) کی کا رواج عربوں میں بہت قدیم زمانے سے تھا، عرب کی کہاوت ہے "آخر الدواء الکی" (آخری علاج داغنا ہے) جیسے آجکل ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ ہم دوا دارو کر رہے ہیں فائدہ ہوگیا تو ٹھیک ہے ورنہ آخر اوپریشن تو ہے ہی۔ یعنی جس طرح آخری حیلہ آج اوپریشن ہے اسی طرح دوا دارو کے بعد گویا آخری چیز کی تھی۔ اور سعد بن زُرارہ کے کیس میں تو یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام تدابیر کرنے کے بعد ان کو "کی" کیا اور یہ کہہ کر کیا کہ مجھے ابوامامہ کے علاج کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا ہے اور خود اپنے دست مبارک سے کی کیا، ان کا وقت آچکا تھا، جاں بر نہ ہو سکے مگر آپ نے کی کو آخری تدبیر کی حیثیت سے اختیار فرمایا "لا بلغن فی ابی امامۃ عذراً فکواہ فمات"[۵۱] ابو امامہ سعد بن زُرارہ کی کینت ہے۔

---

[۴۷] ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء ص۲۰۹۔ [۴۸] حوالہ سابق ص۲۵۵۔ [۴۹] ایضاً ص۲۵۷۔ [۵۰] ایضاً ص۴۱۴

[۵۱] سنن ابن ماجہ، ابواب الطب ص۱۱۵۵ رقم الحدیث ۳۴۹۲ ج۲ ـ مصر سنہ ۱۳۷۳ھ سنہ ۱۹۵۳ء

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات سے اور اپنے عمل سے اس کی بہت حوصلہ افزائی فرمائی ہے اور ساتھ ہی احتیاط کا بھی مشورہ دیا ہے۔

کَی کی دو قسمیں ہیں :

★ آگ کے ذریعہ۔

★ تیز دواؤں کے ذریعہ۔ جیسے لہسن وغیرہ سے بعض جلدی بیماریوں کو جلایا جاتا ہے۔

مشہور عرب سرجن ابوالقاسم الزہراوی نے اپنی کتاب "التصریف لمن عجز عن التالیف" میں ایک مستقل باب میں نہایت شرح وبسط سے پینسٹھ فصلوں میں کَی کے متعلق بہت مکمل وجامع بحث کی ہے۔

کَی کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل، اجازت و ممانعت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بہت سے مواقع پر کَی کی تعریف کی ہے وہیں متعدد مواقع پر آپ نے اس کو منع بھی فرمایا ہے۔ جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کام میں جتنی احتیاط کی ضرورت ہے وہ ہر شخص ملحوظ نہیں رکھ سکتا اور اس کے لیے جسقدر مہارت اور تجربہ کاری ضروری ہے وہ بھی ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ جو آپ کے خادم خاص اور خلوت وجلوت کے مشاہد ہیں انھوں نے اسی ممانعت کے شبہ کو دور کرنے کے لیے بیان فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کو ذات الجنب میں کَی کا عمل کیا گیا آپ نے نہ اسکو منع فرمایا اور نہ اس کے متعلق کسی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا[1] بلکہ ہم کو بہت سی احادیث ایسی ملتی ہیں کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس کَی کا عمل فرمایا جیسا کہ امام مسلم بن الحجاج القشیری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ جب جنگ احزاب میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اَکحل (بازو کی ایک رگ) پر تیر لگا تو آپ نے خود

---

[1] ابن القیم، زاد المعاد ج ۳ ص ۸۳ (مصر ۱۳۴۷ھ)

بنفسِ نفیس اس پر عمل بھی فرمایا تھا[۵۱]۔ اسی طرح امام مسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان کی اکحل میں بھی تیر لگ گیا تھا اس کو آپ نے تیر کے پھل (حفقہ آہنی) سے داغا اس کے بعد بھی جب اس پر سوجن آگئی تو آپؐ نے اس کو دوبارہ داغ دیا۔

اسی طرح سنن ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپؐ نے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی شوکۃ (ایک قسم کی سرخ پھنسی) پر داغ دیا تھا[۵۳]

اوپر آپؐ کا ارشاد گزر چکا ہے کہ شفا تین چیزوں میں ہے۔ حجامت کی سینگی میں، شہد کے گھونٹ میں، اور آگ سے داغنے میں۔ اور پھر آپؐ نے داغ دینے کی نزاکت کے پیشِ نظر ارشاد فرمایا کہ وانا انھیٰ امتی عن الکی[۵۵]۔ (میں اپنی اُمّت کو کی سے روکتا ہوں۔)

ابن حبان نے بیان کیا ہے کہ کچھ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا فلاں آدمی فلاں بیماری میں مبتلا ہے اس کو ہم کی کرلیں؟ آپ خاموش رہے۔ اسی طرح وہ بار بار پوچھتے رہے اور آپؐ نے ہر بار خاموشی اختیار فرمائی۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ تین بار ہوا جس کا مطلب ناپسندیدگی ہی تھا[۵۶]۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی المسند میں اسی روایت میں مزید یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے آخر ناگواری کے ساتھ فرمایا: ارضفوہ ان شئتم[۵۷] (تم چاہتے ہی ہو تو کسی پتھر و تھر سے جھلس ڈالو اس کو)

حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کی کرنے سے منع فرمایا تھا ہم نے اس کے باوجود کیا تو فائدہ نہیں ہوا[۵۸]۔

یہاں اس حقیقت پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ایک ہی عمل کو کبھی آپؐ نے منع فرمایا اور کبھی اس کی تعریف فرمائی۔ بلکہ خود بھی اس کام کو کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح آج ہم جانتے ہیں کہ ہر عامی شخص تو کیا

---

۵۱ الخطیب التبریزی، المشکوۃ ص۳۸۷ (دہلی ۱۳۷۵ھ) ۵۲ حوالہ سابق۔ ۵۳ حوالہ سابق ص۳۸۸۔ ۵۴ ایضاً ص۳۸۷۔ ۵۵ علی بن ابی بکر الہیثمی، موارد الظمآن الی زوائد صحیح ابن حبان ص۳۴۱ (القاہرہ، سن ندارد)۔ ۵۶ الساعاتی، الفتح الربانی ج۱۷ ص۱۶۴ (مصر ۱۳۷۲ھ)۔ ۵۸ علی بن ابی بکر ہیثمی، موارد الظمآن ص۳۴۱

ہر ڈاکٹر بھی اوپریشن نہیں کرسکتا بلکہ جس نے اس فن میں (سرجری میں) مہارت حاصل کی ہے وہی کرسکتا ہے اسی طرح عمل کی بھی سرجری کی ہی ایک شاخ ہے۔ آپؐ نے جن لوگوں کو اس کی اجازت نہیں دی وہاں اس کے ماہرین نہ ہوں گے اور جہاں اس کو پسند فرمایا وہ اس کی اپنی واقعی افادیت کی وجہ سے تھا۔ ظاہر ہے کہ آگ جوکہ دشمن ہے اس سے نفع اٹھانا کسقدر سوجھ بوجھ اور احتیاط چاہتا ہے، اگر ہر اناڑی کو اس کی اجازت دیدی جاتے تو فائدہ سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے، لہذا جن احادیث سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ اسی احتیاط پر مبنی ہیں۔

حافظ ابن القیم الجوزیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جن چند باتوں کا طبیب کو خاص خیال رکھنا چاہئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس کی کوشش ہر قیمت پر ازالۂ مرض ہی کی نہ ہونی چاہئے بلکہ اسکو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ کہیں سرِ دست مرض کے وقتی ازالے سے کوئی دوسری بڑی آفت تو نہیں کھڑی ہو جائے گی؟ اگر اس کا اندیشہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ کسی بڑی آفت کو دعوت دینے کے بجائے اسی چھوٹے مرض کو باقی رہنے دیا جائے۔ اس صورت میں بس یہ تدبیر کرے کہ وہ مرض مزید بڑھنے نہ پائے اور اس قسم کے امراض کی مثال میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ جیسے رگوں کے منہ کی بیماریاں ہیں کہ اگر ان کا علاج قطع یا حبس کے ذریعہ کیا جائے گا تو مزید خطرناک ثابت ہو سکتا ہے[۵۹]۔

ممانعت کی کے وجوہ و اسباب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کَی کو کیوں منع فرمایا اس کا خلاصہ ہم اپنی فہم کے مطابق بیان کرچکے ہیں اب چند علماء سلف کے اقوال بھی اس سلسلے میں پڑھتے چلئے:

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں:

اوّل: یہ کہ کچھ لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ کَی ایسا واحد ذریعۂ علاج ہے کہ مرض کا استیصال بس اسی کے ذریعہ ہو سکتا ہے اور جب اس کو اختیار کرلیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ مرض کا ازالہ نہ ہو، وہ فرماتے ہیں

---

۵۹ ابن القیم، زاد المعاد ج ۳ ص ۱۱۰ (مصر ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء)

کہ شفا مرض ہر حال میں اذن الٰہی پر موقوف ہے، اس حد تک کسی تدبیر پر اعتماد عقیدے کی کمزوری ظاہر کرتا ہے اس لیے اس کو ایسے حالات میں منع فرمایا گیا ہے۔

دوم: یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ کچھ لوگ اس کا استعمال مرض کے لاحق ہونے سے قبل ہی بطور احتیاط کر لیا کرتے تھے، آپ کے منع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ محض ایک موہوم اندیشے کے تحت اسقدر تکلیف کیوں برداشت کی جائے [٦٠]

ابو عبداللہ محمد بن علی المازری (المتوفی ۵۳۶ھ / ۱۱۴۱ء م) کی رائے یہ ہے کہ اس ممانعت کا منشار یہ ہے کہ اس آخری تدبیر کو اس وقت تک مؤخر کیا جائے اور ٹالا جائے جب تک کہ معالج اس کے لیے مجبور نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ بسا اوقات کَی کی تکلیف اس مرض کی تکلیف سے بڑھ جاتی ہے جس کا علاج کیا جا رہا ہے [٦١]۔

ابن القیم فرماتے ہیں کہ جہاں تک مذکورہ بالا قصے میں عمران بن حصین کو منع فرمانے کا تعلق ہے تو خاص اس کیس میں ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ وہ ناصور تھا اور ایک بہت نازک اور خطرناک مقام پر واقع تھا اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغرض احتیاط منع فرما دیا تھا۔ اس لیے ممانعت دراصل کَی سے متعلق نہیں بلکہ مرض کی صورت حال کی وجہ سے تھی [٦٢]

حنین بن اسحاق العبادی [٦٣] نے الکَی کی اس مخصوص شاخ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے کہ اس میں استعمال ہونے والی دواؤں میں سے کون سی کس مرض میں اور مرض کی کس کیفیت میں زیادہ بہتر ہے، اس کتاب کا نام "کتاب اختیار الادویۃ المحرقۃ" [٦٤] ہے۔

---

[٦٠] ابن المنظور الافریقی، لسان العرب ج ۱۵ ص ۲۳۵ ملخصاً

[٦١] ابن القیم، زاد المعاد ج ۳ ص ۷۹ ۔ [٦٢] حوالہ سابق ج ۳ ص ۸۳

[٦٣] حنین بن اسحاق عبادی ابو زید۔ (پیدائش ۱۹۴ھ / ۸۱۰ء وفات ۲۶۰ھ / ۸۷۳ء) طب، تاریخ اور ترجمانی کتب کا امام تھا۔ اصل حیرہ (عراق) کا باشندہ تھا عربی زبان میں خلیل بن احمد مشہور امام نحو و لغت کا شاگرد تھا اور طب یوحنا بن ماسویہ وغیرہ سے سیکھی، مامون نے اس کو اپنے دار الترجمہ کا ڈائرکٹر بنایا تھا۔ بغداد میں وفات پائی۔ (الاعلام ج ۲ ص ۳۲۵)

[٦٤] ابن الندیم، الفہرست۔ مقالہ ہفتم کا فن سوئم۔

جرجی زیدان نے کتاب "تاریخ التمدن الاسلامی" میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے:
"ما أحدث المسلمون فی الطب" (طب کے سلسلے میں مسلمانوں کی ایجادیں) اس میں اس نے الکیّ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ اور اس کو قدیم عربی طب کا قیمتی سرمایہ قرار دیا ہے[۶۵]

نئے تجربات | کیّ کے طریقۂ علاج میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء نے اپنی قدیم روایات سے آگے بڑھ کر اپنی ذاتی بصیرت سے کام لیا اور بعض ایسے اقدامات کیے جن کا خود عربوں میں پہلے سے رواج نہ تھا۔ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک گدھے کا علاج کرتے ہوئے اس کی "جاعرتین" میں کیّ کیا جو عرب کے ماہرین کیّ کے یہاں مروج نہ تھا۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ فھو اول من کوی الجاعرتین یعنی کیّ کی تاریخ میں ابن عباس پہلے شخص ہیں جنھوں نے جاعرتین میں کیّ کیا۔
"جاعرتین" کولھوں کے اوپر والے دونوں کناروں کو کہتے ہیں جو دُبُر کے نزدیک ہوتے ہیں۔
(صحیح مسلم، ابواب اللباس ج ۲ ص۲۰۷ مع شرح النووی دہلی ۱۳۷۶ھ)

وَسم | یہ کیّ سے ذرا ہلکی چیز ہے، یہ بھی گرم لوہے وغیرہ سے داغ دینے کا طریقہ ہے۔ یہ عموماً صرف جانوروں کے جسم پر نشان چھاپنے کے کام کے لیے ہے۔ اسلام سے قبل غلاموں کے جسم پر بھی 'وسم' کیا جاتا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کے لیے اس کو سختی سے منع فرما دیا اور جانوروں میں چہرے کے علاوہ باقی جسم پر بوقت ضرورت اسکی اجازت دی۔
اسلام میں یہ خاص طور سے جزیہ اور زکوٰۃ کے اونٹوں کے لیے اسلامی بیت المال کی چھاپ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرامؓ فتح مکہ کے موقع پر جن اونٹوں پر مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے ان کو خود آپؐ نے اپنے دست مبارک سے وسم کیا تھا، اسی طرح آپؐ نے صدمے کے اونٹوں کو بھی دست خاص سے وسم کیا تھا، بکریوں کے کانوں

---

۶۵ جرجی زیدان، تاریخ التمدن الاسلامی ج ۳ ص۱۸۳، ۱۸۴۔

پرہیں آپ نے خود ہی مرہم کیا تھا۔

یہ عمل جس آلے سے کیا جاتا ہے وہ میسم کہلاتا ہے[عہ]۔

فصد اور قطع عروق عرب کے قدیم علاجوں میں سے ایک علاج فصد کھولنا اور بعض مخصوص رگوں کو کاٹ کر کچھ خاص خاص بیماریوں کا علاج کرنا بھی تھا، اس طرح وہ کچھ زائد خون نکال دیتے تھے یا جو فاسد خون مرض کا سبب ہوتا اس کو خارج کر دیتے تھے۔ یہ طریقہ علاج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی رائج تھا۔ چنانچہ مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک بیماری میں ان کے پاس ایک طبیب کو بھیجا جس نے ان کی ایک رگ کاٹی (اور کچھ خون نکالا) اور پھر اس کو آگ سے داغ دے کر خون روک دیا[۶۵]۔

فصد و حجامت پر یوحنا بن ماسویہ کی ایک کتاب کا ذکر ابھی چند صفحات قبل آچکا ہے۔ اس کے علاوہ عیسیٰ بن ماسہ نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ ابوالحسین عبداللہ بن عیسیٰ بن بختویہ نے ایک کتاب "کتاب القصد الی معرفۃ الفصد" کے نام سے لکھی ہے[۶۶]۔ قسطا بن لوقا بعلبکی (وفات لگ بھگ ۳۰۰ھ / ۹۱۲ء) جو ایک بڑا فلسفی اور ریاضی دان تھا، طب سے بھی اچھی واقفیت رکھتا تھا، اس نے معتمد عباسی کے وزیر ابوالصقر اسماعیل بن بلبل؟ — ابواسحٰق ابراہیم بن محمد جو ابن المدبر کے نام سے مشہور تھا (وفات ۲۷۹ھ / ۸۹۳ء)[۶۸] اس کے لیے فصد کے موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکھی جو اکیانوے ابواب پر مشتمل تھی[۶۹]۔

عہ صحیح مسلم وشرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۲۰۳ (دہلی ۱۳۷۶ھ)

۶۶ شوکانی، نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۱۲ (قاہرہ ۱۹۵۲ء)

۶۷ ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء ص ۳۲۴۔ ۶۸ الزرکلی، الاعلام ج ۱ ص ۵۶ (طبع سوم)

۶۹ یہ رحمی الاصل تھا اس کا عہد مقتدر باللہ کا تھا۔ (عیون الانباء ص ۳۳۰ الاعلام ص ۶)

محمد بن زکریا رازی نے امیر ابو علی احمد بن اسماعیل بن احمد کے لیے ایک کتاب لکھی تھی جس میں اس پر بحث کی تھی کہ استفراغات امتلائیہ کے وقت فصد سب سے بہترین تدبیر ہے اور یہ کہ جب فصد کی ضرورت پیدا ہو جائے تو پھر کوئی دوسری چیز ہرگز اس کا بدل نہیں بن سکتی[۱]۔

طبیب شہیر ابو جعفر احمد بن ابراہیم القیروانی (وفات لگ بھگ ۳۵۰ھ ۹۶۱ء) جو ابن الجزار کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر تالیف کیا ہے۔ کہ جب اخراج دم کی واقعی ضرورت نہ ہو تو اس وقت اخراج دم کے کیا کیا نقصانات ہو سکتے ہیں اور یہ کہ اس سے کس قدر احتیاط ضروری ہے۔ اس رسالے کا نام "ذم اخراج الدم" ہے[۲]۔

یہ چند ان کتابوں کا ذکر تھا جو مستقل طور پر فصد و حجامت اور قطع عروق کے موضوع پر لکھی گئی ہیں، ورنہ طب یونانی کی جملہ کتابوں میں یہ مباحث خاصی تفصیل سے دیئے گئے ہیں۔

منافع فصد

حافظ ابن قیم جو ایک محدث کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں مگر ان کی طبی بصیرت بھی بڑی گہری ہے، زاد المعاد جو دراصل سیرت نبویؐ کی ایک کتاب ہے، اس میں ابواب الطب پر انھوں نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ زاد المعاد کے انہی ابواب طب کو علیحدہ کتابی شکل میں بھی "الطب النبوی" کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے، اس میں انھوں نے فصد کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"ہر رگ کی فصد کے فوائد جدا جدا ہیں، مثلاً باسلیق کی فصد حرارت کبد و طحال کے لیے اور ان تمام اورام کے لیے مفید ہے جو ان دونوں میں خون کے اثر سے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اورام رئہ (پھیپھڑے کے اورام) کے لیے، شوصہ کے لیے، ذات الجنب کے لیے اور ان تمام امراض

---

[۱] ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء ص ۴۲۶

[۲] حوالہ سابق ص ۴۸۲ (بیروت ۱۹۶۵ء) و الزرکلی، الاعلام ج ۱ ص ۸۲ (طبع ۳)

دموی کے لیے مفید ہے جو گھٹنے کے نیچے سے کولھوں تک عارض ہوتے ہیں۔

اکحل کی فصد پورے جسم کے ہر قسم کے امتلاء دموی کے لیے مفید ہے۔ اسی طرح جسم میں کہیں بھی فسادِ خون ہو جائے تو اکحل کی فصد اس کے لیے مفید ہے۔

قیفال کی فصد سر اور گردن کی اُن تمام بیماریوں کے لیے مفید ہے جو کثرت دم یا فسادِ دم کی وجہ سے ہوتی ہے۔

وَدجین کی فصد وجع طحال، ربو، اور وجع الجبین کے لیے مفید ہے[۲]

آئندہ صفحات میں دو واقعات فصد کی حیات بخشی کے بہت حیرت انگیز آرہے ہیں کہ جن مریضوں کو بہت سے معالجوں نے مردہ قرار دیدیا تھا ان کو ایک ماہر فصّاد نے صرف فصد لگائی اور اللہ نے ان کو حیاتِ نو بخشی ان چیزوں کے ذکر سے مقصود یہاں ان مباحث کی تفصیلات بیان کرنا نہیں ہے بلکہ محض چند مثالوں اور اطباء کی چند رایوں سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ سرجری کی جن قسموں کا اسلامی عہد میں رواج رہا ہے وہ شفا بخشی میں کیسی مؤثر اور کس قدر تیر بہدف تھیں۔ اور مسلم سرجن مرض کی شناخت اور اس کے علاج کے سلسلے میں کیسی نگاہ نکتہ رس اور حدس صائب رکھتے تھے۔ (جاری)

خلافت راشدہ

تاریخ ملت حصہ دوم: عہد خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات قدیم و جدید عربی تاریخوں کی بنیاد پر صحت و جامعیت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

جدید ایڈیشن صفحات ۲۷۶ قیمت : 19/50

[۲] ابن القیم، زاد المعاد، ج ۳ ص۸۰ ص۸۱۔